



اسلامی آئین کی چند ضروری شرائط

آئینی کلمے کے سواہ پر غور و خوض کرنے اور آئین کو آخری شکل دینے کیلئے قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہو چکا ہے۔ آئینی مسودہ کی تفصیلات چونکہ تادم تحریر ہمارے سامنے نہیں آسکیں اس لئے اس پر رائے زنی کا موقع تو نہیں ہے، البتہ پچھلے دنوں حزب اقتدار و حزب اختلاف کے رہنماؤں کے درمیان جو آئینی سمجھوتہ ہوا ہے اور کمیٹی نے مسودہ میں اس کی بنیادی باتوں کو مد نظر رکھا، اس کی اسلامی اور جمہوری حیثیت پر بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے، مگر آج کی فرصت میں اس کی جمہوری خامیوں کو نہیں بلکہ صرف اسلامی حیثیت پر کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ مستقل آئین کے سلسلہ میں اس کو نہ صرف اراکین اسمبلی بلکہ تمام مسلمان ملحوظ رکھ کر آئین کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کر سکیں۔ آئینی سمجھوتہ میں یہ بات بڑی حد تک خوش آئند سمجھی گئی ہے کہ ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ ملک کے قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہوں گے صدر مملکت کیلئے مسلمان ہونے کا (اور ایک حد تک اس کی تعریف کرتے ہوئے) اقرار لازمی ہوگا۔ اس طرح کی بعض دوسری باتیں جنہیں آئین کے اسلامی ہونے کا ضامن سمجھا گیا ہے، بجا طور پر تحسین و تائید کی مستحق ہیں۔ مگر پچھلے دسائیر کی طرح یہاں بھی چند ایسی بنیادی خامیاں دانستہ رکھی گئی ہیں کہ یہ باتیں محض فریب نظر بن کر رہ گئی ہیں۔ اور پرے آئین کو کیسرا سلامیت کی روح سے بیگانہ کر دیا گیا ہے۔ اور محض ایک خوشناما عنوان کے پردہ میں اسلامی قوانین و حقوق کا بری طرح مذاق اڑایا گیا ہے۔ اس طرح دستور میں اسلام، خدا اور رسول، قرآن و سنت اور اسلامی اصول کے محض ذکر سے سادہ لوح مسلمانوں کو تو مطمئن کر سکیں گے، مگر مقصد کسی طرح حاصل نہیں ہو سکے گا۔

۱۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ اگر مذکورہ سب باتیں دستور کے دیباچہ یعنی ”مملکت کی پالیسی طے کرنے کے رہنما اصول“ میں رکھی گئی ہیں، تو ان کی کوئی قانونی پوزیشن باقی نہیں رہ سکتی۔ یہ حصہ قانون کا وہ حصہ ہے جس کی خلاف ورزی کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ اور کسی بڑے سے بڑے غیر اسلامی قانون کو اسلامی قانون کا گے کہ آپ ملک میں باآسانی نافذ کر سکیں گے۔ اس لئے لازمی ہے کہ ان تمام باتوں کو قانون سازی کے بنیادی ابواب اور طریق کار والے حصہ میں درج کیا جائے تاکہ کسی بھی خلاف ورزی کو عدالت میں چیلنج کیا جاسکے۔

۲۔ بظاہر پارلیمانی نظام میں صرف قومی اسمبلی قوانین کو آخری شکل دیتی ہے، اس صورت میں یہ منہات دینا

لازمی ہے کہ کسی وقت اسمبلی اکثریت کے بل پر اسلامی احکامات و تعلیمات کے خلاف کوئی فیصلہ کر دے تو اسکی اصلاح کے متبادل راستے کھلے ہوں۔ مثلاً ہر مسلمان شہری کو یہ حق حاصل ہو کہ اسمبلی کی کسی غیر اسلامی قانون سازی کو ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں چیلنج کر سکے، بغیر اس کے اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کے محض ایک رسمی اعلان سے کوئی چیز اسلامی نہیں ہو سکتی۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ جب بنیادی حقوق کی حق تلفی کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا جاسکتا ہے تو مذہب اور اسلام کے خلاف کسی قانون سازی پر جو نہ صرف ہر مسلمان کی سب سے بڑی حق تلفی بلکہ کروڑوں مسلمانوں کی حق تلفی ہوتی ہے، ہر عدالت کا دروازہ کھلا رہنا اور بھی ضروری ہے۔

۳۔ آئین میں صدر یا گورنر کو قانون سازی سے پیشتر انتظامی و غیر انتظامی آرڈیننسوں میں بھی اس بات کا پابند کرنا ضروری ہے کہ کوئی حکم یا فرمان کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو تاکہ قانون سازی سے پہلے غیر اسلامی آرڈیننس نافذ رہنے کی گنجائش نہ رہے۔

۴۔ آئین میں قانون سازی کیلئے کتاب و سنت کے صرف منفی پہلو کافی نہیں بلکہ مثبت طوط پر یہ بھی وضاحت ہو کہ ساری قانون سازی کتاب و سنت کے مطابق ہوگی۔

۵۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جس طرح صدر کیلئے مسلمان ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اس طرح ان تمام کلیدی مناصب کو بھی اس شرط کا پابند کر دیا جائے، جو کسی نہ کسی صورت اسلامی مملکت اور مسلمانوں کے مفادات، نظم و ضبط اور عدل و عقید پر اثر انداز ہوتے ہوں، یا کسی بھی طرح تنفیذ احکام اور ولایت عامہ یا ولایت خاصہ کے دائرے میں آتے ہوں کیونکہ اسلام میں کسی بھی غیر مسلم کو ولایت، قضاء اور تنفیذ احکام جیسے امور میں مسلمانوں پر بالادستی نہیں دی گئی۔ **لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا**۔

پارلیمانی نظام میں ان مناصب میں سب سے پہلا نمبر وزارتِ عدلیٰ کا آتا ہے۔ وزیرِ اعظم اس نظام میں خدایات کا اصل مرجع ہے ہوتا ہے اس کا مسلمان ہونا انتہائی لازمی ہے۔ اسی طرح مرکزی وزراء و بالخصوص وزیرِ خارجہ وزیرِ تعلیم، وزیرِ قانون و وزیرِ خارجہ کا کسی اسلامی مملکت کے نظریات اسکی بقا و استحکام اور قیام عدل و غیرہ بنیادی سائل میں اہم ترین حصہ ہے اس لئے ان کا مسلمان ہونا لازمی ہے۔ ارکانِ عدلیہ سپیکر، ڈپٹی سپیکر، الیکشن کمشنر گورنر صوبائی وزراء اعلیٰ کے عہدوں پر غیر مسلم عیسائی یا مرزائی کو متعین ہونے کا موقع دینا بھی کسی اسلامی ٹیٹھ کی علامت نہیں۔

اسلامی قانون کے مطابق عدل و انصاف کی نگہداشت اور تنفیذ کرنے والی اہم شخصیت قاضی اور جج کی رہتی ہے۔ اسلام کسی حال میں کسی غیر مسلم کو اس منصب پر فائز ہونے کا حق نہیں دیتا بلکہ اسلام کی اولین شرط کے ساتھ

اسلامی علوم، مآخذ قانون پر اس کی اصل زبان عربی میں عبور کو بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر افواج کی سربراہی جیسے کلیدی مناصب، جس میں کسی غیر مسلم پر اعتماد کرنا کسی حال میں بھی دانشمندی نہیں کہلا سکتی نہ کسی نظریاتی ملکیت میں اپنی تقدیر سے اس طرح کے شرمناک کھیل کھیلنے کو وسیع النظری سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ایک ایسے آئین میں جس میں اسلام کو سرکاری مذہب تسلیم کر لیا جائے اور وہ کسی سیکرٹسٹ کاکٹین نہ ہو، کسی بھی غیر مسلم کو ایسے تمام مناصب پر فائز ہو جانے کی گنجائش نہیں رہنی چاہئے۔ جبکہ کئی افسوسناک نتائج کا تجربہ بھی ہو چکا ہو۔

۴۔ نہ صرف یہ کہ اسلام ان تمام مناصب کیلئے ضروری شرطِ اہلیت ہونا چاہئے، بلکہ اسلام کی نگاہ میں چونکہ کسی غیر مسلم کو قانون سازی کا حق نہیں پہنچتا اس لئے اولاً تو ارکانِ اسمبلی کے لئے بھی یہ شرط لازمی تھی، مگر ”جمہوریت“ کے خوشامیادہ میں جب یہ غیر اسلامی نہر نکلا ہی جا رہا ہے، تو کم از کم غیر مسلم ارکان کو کتاب و سنت کے مطابق قانون سازی کے بارے میں رائے اور ووٹ دینا تو کسی حال میں بھی قرینِ عقل و قیاس نہیں، مگر یہاں تو طرزِ تماشیاہ ہے کہ حلف و وفاداری کے وقت غیر مسلم ارکان بھی ”اسلامی نظریہ“ کی حفاظت و اشاعت کا حلف اٹھاتے ہیں، جبکہ خود ان کا عقیدہ اور نظریہ اس حلف کا مذاق اڑاتا ہے۔ اس صورت میں غیر مسلم ارکان کے لئے حلف کی عبارت الگ ہونی چاہئے۔ تاکہ نفاق کی یہ صورت نہ رہے۔

۵۔ جبکہ مسلمان اور اسلام لازمی طور پر ایک خاص مفہوم اور معنی اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ آئین میں مسلمان کی تعریف بھی شامل ہو۔ اگر ہم ایک لمحہ کے لئے مان بھی لیں کہ علماء اس کی لفظی تعبیر میں متفق نہیں ہو سکے۔ تو کیا آپ اسمبلی کے سرارکان کو الگ الگ کردوں میں بٹھا کر سوشلزم، کمیونزم، مارکسزم یا سیکولرزم کی ایک ایسی تعریف پر متفق کر سکتے ہیں جس کے الفاظ اور تعبیرات میں ایک لفظ کا فرق نہ ہو۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر ان تمام اصطلاحات سے آپ دستبردار کیوں نہیں ہوتے۔ مگر یہاں تو اسلام کے مفہوم اور مراد میں مجدد کسی قسم کا لفظی اختلاف بھی نہیں بلکہ اسمبلی کے پہلے سیشن میں سب رکاتبِ فکر اور علماء کی طرف سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب ایک متفقہ تعریف پیش کر کے اس اجماع اور اتفاق کا مظاہرہ بھی کر چکے ہیں۔ اور وہ تعریف نہ صرف اسمبلی بلکہ آئینی کمیٹی کے مذاکرات میں بھی ریکارڈ میں آچکی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اب اتنی بے دے کے بعد مسلمان کی ایک حد تک تعریف شامل کرنے پر اتفاق ہو چکا ہے۔ مگر اس میں صرف اللہ کی وحدانیت حضور کی ختم نبوت اور آخرت کا اقرار کافی نہیں کہ اس طرح مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ نہ تعریف کی جامعیت مانعیت برقرار رہ سکتی ہے۔ مرزائی تو ابھی سے خوشی منا رہے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں۔ اور اب تو قانوناً اپنے آپ کو مسلم منوانے کا موقع یہ تعریف فراہم کر دے گی۔ کتنی مزدربابت دین میں جن کا مرعام مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اس لئے

ضروری ہے کہ ختم نبوت کی بجائے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں حضور کو آخری نبی مان کر آپ کے بعد کسی دوسرے نبی پر ایمان کو کفر و اسلام کا خط اختیار قرار دیا جائے، نیز عقیدہ آخرت کے علاوہ تمام ضروریات دین ازہم صلوٰۃ و زکوٰۃ، حج اور ان کی ضروریات کے متعارف مفہومات پر ایمان لانے کو بھی تعریف کا جزو بنادیا جائے۔ اور جنہیں ایک حد تک اسمبلی میں علماء کی پیش کردہ تعریف میں سمجھ دیا گیا ہے۔

۸۔ اب تک تمام دساتیر بشمول ۱۹۵۶ء کے آئین کے یہ ایک فیشن جلا آرہا ہے کہ مغربی اثرات سے بنیادی حقوق کے نام پر آئین کی لفظی اور رسمی اسلامیات پر بھی چھری پھیر دی جاتی ہے۔ موجودہ آئین میں یہ گنجائش نہیں رہی ہے۔

مثلاً آج کے بنیادی حقوق ہر شہری کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ کسی بھی مذہب کی پیروی کرے اس پر عمل کرے یا اسکی تبلیغ کرے۔ اسلام کی نگاہ میں یہ صریح ارتداد ہے، مسلمان اسلام کو اختیار کر لینے کے بعد دوسرے دین کو اختیار نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کی سزا بمقتضائے ”من بدل دینہ فانتلوا“ (احادیث) قتل ہے۔ آپ اسے ہزار درجہ تنگ ظرفی سمجھیں مگر قتل مرتد اسلام کا ایک لازمی حکم ہے۔ غیر مذہب کی تبلیغ کی بھی کسی اسلامی سٹیٹ میں کھلی چھٹی نہیں ہوتی۔ سبھی مشنریوں اور مرنائی سرگرمیوں کی شکل میں ارتداد کی تبلیغ کا حیاہ پوری قوم بھگت رہی ہے۔ اس لئے ایسی دفعہ اگر برقرار ہی رکھنی ہے تو بجائے کسی بھی مذہب کے یہ تصریح کر دی جائے کہ ہر شہری کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی پیروی کرے۔ الخ

۹۔ موجودہ بنیادی حقوق میں عموماً بہت سے حقوق کتاب و سنت سے منقول ہوتے ہیں۔ اگر آپ اسمبلیوں کو قانون سازی میں ان حقوق کے تحفظ کا پابند بنا دیں گے۔ تو کتاب و سنت کے موافق قانون سازی ناممکن ہو جاتی ہے۔ مثلاً اسلام غیر مسلموں پر مخصوص ٹیکس لگانے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ حقوق آپ کو ایسا نہیں کرنے دیتے وہ غیر مسلم کو نج یا مجسٹریٹ بننے کا حق نہیں دیتا۔ مشنریوں کے شخصی قوانین اس کا توڑ کرتی ہیں، شخصی حقوق عورت اور مرد کو ہر حالت میں یکساں رکھنا چاہتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ حدود اور قصاص جیسے نازک مسائل میں عورت فیصلے دینے کی مجاز نہیں، نہ اسے عدلیہ کا نج بننے کا حق حاصل ہے۔ نہ ایسے مسائل میں اسکی شہادت قانوناً شہادت ہوتی ہے، اور جہاں شہادت معتبر ہے وہاں صریح نص قرآنی کی بنا پر دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں، اسی طرح مسلمان کے خلاف کا فر کی شہادت بھی جائز نہیں۔ اسی طرح آپ قانون بنائیں گے کہ مخلوط تعلیم نہ ہو عام جامع اور تعلیم گاہوں پارکوں میں مرد و زن کا اختلاط نہ ہو۔ مگر عصری بنیادی حقوق کسی شہری کے ساتھ مذہب، نسل، جنس، وطن کے لحاظ سے اسی قسم کی پابندی اور قدغن لگانے کے روادار نہیں۔ اس طرح کی ہستار مثالیں ہیں کہ بے لگام بنیادی

حقوق اسلامی قانون سازی کا راستہ روکتے ہیں، اور غیر اسلامی باتوں کو اسلامی سانچ میں ڈھالنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بنیادی حقوق کے ساتھ یہ تصریح ضروری ہے کہ جہاں تک اسلام اجازت دیتا ہو اور کوئی حق اسلام کے عطا کردہ حقوق کے خلاف نہ ہو۔ ہر شہری کے ایسے تمام حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

۱۔ اسلامی قانون بالخصوص اسلامی حدود میں صدر سے لیکر ادنیٰ رعایا تک اس کا پابند ہوتا ہے۔ وہ نبی کریم اور خلفاء و راشدین تک کو اقامت حدود میں رعایت یا امتیاز برتنے کی اجازت نہیں دیتا اس لئے آئین میں اختیار و اقتدار رکھنے والی ادنیٰ سے اپنی شخصیت کو بھی یہ گنجائش نہیں دینی چاہئے کہ وہ کسی ثابت شدہ شرعی حد یا شرعی سزا کو منسوخ یا معاف کر دے۔

۱۱۔ ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قانون کے خلاف کتاب و سنت ہونے کی شکایات پر فیصلہ دینے کے لئے سپریم کورٹ کے ایک خصوصی بینچ کی گنجائش آئین میں رکھی جائے اور یہ بینچ ماہر تجربہ کار، خدا ترس، متدین، متبحر علماء شریعت پر مشتمل ہونا چاہئے۔ جن کے علم و فضل پر عوام کو اعتماد ہو اور موجودہ قوانین کو اسلام کے مطابق کرنے کے لئے ایک خاص مدت متعین کرتے ہوئے ایک ایسا با اختیار ادارہ بھی قائم کیا جائے جو مذکورہ بلند معیار کے علماء اور جدید قانون کے تجربہ کار ماہرین پر مشتمل ہو۔ ۱۲۔ یہ اسلامی آئین کے چند ایک ایسے لازمی حدود و ضوابط ہیں، جن کے بغیر نہ تو کوئی آئین اسلامی آئین کہلا سکتا ہے۔ نہ محض خوشنما اور نظر فریب اسلامیت سے اس ملک کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ دستور بھی اس وقت تک ہمارے اراض کا ملاو نہیں بن سکتا جب تک ہم خلوص، لہجیت اور ایمان داری کے ساتھ اسے لیکر اپنی مشکلات کے حل کا ذریعہ نہ بنائیں گے۔

حق تعالیٰ ہماری قومی اسمبلی کو اس نازک ترین مرحلہ پر ایک دفا شعار مسلمان اسمبلی کا کردار ادا کرنے کی توفیق دے اور عینب سے تمام ارکان کی رہنمائی اور دستگیری فرمادے کہ وہ اسلام کے کلمہ جامعہ پر متفق ہو کر اس ملک کی ذلت و پستی کو عروج و سرخروئی سے بدل سکیں۔ — وما ذلک علی اللہ بجزیر

واللہ یتول الحق وھو سیدی السبیل

کعبہ الحق
۲۷ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

مرکزی وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی صاحب کے بڑاں سال، خلیق اور دلنساں فرزند فاروق نیازی مرحوم کے سانحہ وفات بعد ادارہ الحق مولانا کیسا ساتھ شریک غم ہے، حق تعالیٰ مرحوم کو مقام شہادت اور سپاہندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین © rasailojaraid.com (ادارہ)